تحقیق وتنقید

مصاحفِ عثمانی کی ترتیب وتدوین احادیث کی روشنی میں

——— پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان اموی رضی اللہ عنہ (۵۷۶ء - ۶۵۶ء، خلافت نومبر ۶۴۴ء - جولائی ۶۵۶ء) کو بالعموم "جامعِ قرآن" بھی کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ ان کی تدوینِ قرآن یا نسخ مصاحف کی خدمت اس لقب کا جواز فراہم کرتی ہے۔ اس موضوع پر کتبِ سیرت وتاریخ اور مصادرِ حدیث نبوی میں بڑا قیمتی مواد موجود ہے۔ اس کا تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ متعدد اہلِ علم نے اپنی تحریروں میں اس عظیم الشان کارنامہ عثمانی سے اپنے علم وفہم اور بساط بھر بحث بھی کی ہے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم نے بہت خوب لکھا ہے کہ:

....."حضرت عثمان کے تمام کارنامے دینی کارنامے ہیں تاہم سب سے بڑا اور نہایت عظیم الشان دینی کارنامہ مصحفِ عثمانی کی ترتیب وتدوین ہے۔"[1]

مولانا اکبر آبادیؒ نے جمعِ قرآن کے اس مختصر باب (۳۰۶-۳۱۴) میں بعض تاریخی کتب کا حوالہ تو دیا ہے، حدیث نبوی سے بحث نہیں کی ہے۔ البتہ صحیح بخاری کی کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن کا حوالہ ضرور دیا ہے۔

مولانا شاہ معین الدین احمد نے حضرت عثمانؓ کے اس کارنامہ کو "سب سے اہم کارنامہ" قرار دیا ہے۔ مگر ان کی بحث بہت مختصر اور تشنہ ہے۔ انھوں نے صرف ایک صفحہ میں اسے سمو دیا ہے۔ البتہ بخاری اور فتح الباری ابواب جمع القرآن میں اس کی پوری تفصیل ہے" کا مختصر حوالہ حاشیہ میں دے دیا ہے[2] کم وبیش یہی طریقۂ کار اور اندازِ بحث تقریباً تمام

---

[1] مولانا سعید احمد اکبر آبادی، عثمان ذی النورین، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۸۳ء، ۳۰۶ "باب جمع قرآن"

[2] شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام، معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۸۸ء، ۱/۱۹۵

دوسرے اہل علم و تاریخ کے ہاں ملتا ہے۔ البتہ قرآنیات پر کام کرنے والے اصحاب علم نے مفصل بحثیں پیش کی ہیں، جیسے اسماعیل احمد الطحان وغیرہ[1]۔ لیکن ان کا انحصار زیادہ تر غیر حدیثی مآخذ پر ہے۔ اس مختصر مقالے میں مصاحفِ عثمانی کی ترتیب و تدوین پر جو مواد احادیث میں ملتا ہے اس کو پیش کرنا اور اس کا تجزیہ کرنا مقصود ہے۔

امام بخاریؒ نے تدوینِ قرآنِ کریم سے متعلق کئی احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق حضرت عثمانؓ سے ہے۔ ان میں سے ایک حدیث (نمبر ۴۹۸۴) "کتاب فضائل القرآن" کے دوسرے باب "باب نزل القرآن بلسان قریش والعرب" میں مروی ہے۔ حدیثِ نبوی کی سند و متن حسبِ ذیل ہے:

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب	ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ ان کو
عن الزهري واخبرني انس بن	شعیب نے زہری سے روایت کی اور انھوں نے
مالك قال: فامر عثمان زيد بن	خبر دی کہ انس بن مالک نے ان کو خبر دی۔ کہا:
ثابت، وسعيد بن العاص، وعبد	حضرت عثمانؓ نے حضرات زید بن ثابتؓ، سعید بن
الله بن زبير، وعبد الرحمن بن	العاصؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن حارث
الحارث بن هشام ان	بن ہشامؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کو مصاحف (دفاتر
ينسخوها في المصاحف. وقال	copies) میں لکھیں اور ان سے فرمایا: جب
لهم: اذا اختلفتم انتم وزيد	تم اور زید بن ثابت قرآن کی عربیت کی کسی
بن ثابت في عربية من عربية	عربیت میں اختلاف کرو تو اس کو قریش کی
القرآن، فاكتبوها بلسان قريش، فان	زبان میں لکھو کیونکہ قرآن ان کی زبان میں نازل
القرآن انزل بلسانهم، ففعلوا[2]۔	کیا گیا ہے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

اسی کتاب "فضائل القرآن" کے تیسرے باب "باب جمع القرآن" میں حدیث ۴۹۸۷ حضرت عثمانؓ کی تدوینِ قرآن سے متعلق ہے اور محرک و وجہ پر دلالت کرتی ہے۔ پوری حدیث مع سند درج ذیل ہے:

---

[1] اردو ترجمہ از ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی بعنوان "تاریخ تدوین و جمع قرآن" سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ جولائی ستمبر و اکتوبر دسمبر ۲۰۰۳ء۔ [2] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار السلام ریاض ۱۹۹۷ء ۹/ ۱۲

حدثنا موسیٰ حدثنا ابراهيم حدثنا ابن شهاب ان انس بن مالك حدثه ان حذيفة بن اليمان قدم علىٰ عثمان، وكان يغازي اهل الشام في فتح ارمينية واذربيجان مع اهل العراق، فأفزع حذيفة اختلافهم في القراءة فقال حذيفة لعثمان يا امير المومنين، ادرك هذه الامة قبل ان يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارىٰ فارسل عثمان الىٰ حفصة ان ارسلي الينا بالصحف ننسخها في المصاحف ثم نردّها اليك فارسلت بها حفصة الى عثمان فامر زيد بن ثابت وعبد الله بن الزبير وسعيد بن العاص و عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام، فنسخوها في المصاحف وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: اذا اختلفتم انتم وزيد بن ثابت في شي من القران فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم ففعلوا. حتى اذا نسخوا

موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (انھوں نے کہا کہ) ہم سے ابراہیم نے بیان کیا۔ (انھوں نے کہا) کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا (اور انھوں نے فرمایا) کہ ان سے حضرت انس بن مالکؓ نے بتلایا کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔ وہ اہل شام کے ساتھ ارمینیہ اور اذربیجان کی فتح میں عراق والوں سے جنگ آزمائی کرتے رہے تھے۔ حضرت حذیفہؓ کو ان کی قرارت کے اختلاف نے خوفزدہ کردیا تھا۔ حضرت حذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا: امیرالمومنین، اس امت کو بچا لیجیے، اس سے پہلے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی طرح کتاب میں اختلاف کریں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے درخواست کی کہ ہمارے پاس وہ صحیفے بھیج دیجیے۔ ہم ان کو مصاحف (دفاتر، کاپی) میں لکھ لیں اور وہ (صحیفے یصحف) آپ کو واپس کردیں گے۔ چناں چہ حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے حضرت عثمانؓ کو ارسال کردیے۔ انھوں نے زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاصؓ اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ کو حکم دیا اور انھوں نے ان صحیفوں کو مصاحف میں لکھ ڈالا۔ حضرت عثمانؓ نے تینوں قریشی اکابر سے کہا کہ جب تم اور زید بن ثابت قرآن کی کسی چیز میں اختلاف کرو تو اس کو قریش کی زبان میں لکھنا، کیونکہ وہ ان کی زبان میں نازل ہوا۔

الصحف فی المصاحف ردّ عثمان الصحف الی حفصة فارسل الیٰ کل افق بمصحف مما نسخوا۔ وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق [1]

ہے چنانچہ انھوں نے تعمیل کی جب انھوں نے صحیفوں کو مصاحف میں لکھ لیا تو حضرت عثمان نے صحیفے حضرت حفصہ کو واپس کردئے اور ان لوگوں نے جو لکھے تھے ان میں ایک مصحف ہر افق کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس کے سوا جو کچھ قرآن کسی صحیفے یا مصحف میں لکھا ہو وہ جلا دیا جائے۔

ان دونوں احادیث میں حضرت حفصہؓ کے پاس موجود صحیفوں (صحف) کا حوالہ موجود ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مصاحف عثمانی ان صحیفوں پر مبنی تھے اور ان سے مصاحف میں لکھے گئے تھے۔ ان صحیفوں کا ذکر دوسری احادیث میں آتا ہے اور وہ عہدِ عثمانی کے مرتّب و مدوّن مصاحف کا پس منظر اور بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ لہٰذا ان کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ یہ بنیادی حدیث امام بخاریؒ نے مصاحفِ عثمانی کی تدوین والی حدیث (۴۹۸۷) سے معًا قبل نقل کی ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل عن ابراهیم بن سعد حدثنا ابن شهاب عن عبید ابن السباق ان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: ارسل الیّ ابوبکر الصدیق مقتل اهل الیمامه، فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابوبکر رضی اللہ عنہ: ان عمر اتانی فقال: ان القتل قد استحرّ یوم الیمامة بقرّاء القرآن و انی اخشی ان استحرّ القتل

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے ابراہیم بن سعد کے حوالہ سے بیان کیا کہ ان سے ابن شہاب نے عبید ابن السباق سے روایت کی کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا: اہل یمامہ کی جنگ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بلا بھیجا۔ ان کے پاس عمر بن خطابؓ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ نے قرّاء قرآن کو موت کی آغوش میں خاص طور سے پہنچا دیا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر دوسرے مواقع (جنگ) پر قتل و شہادت نے قراء کے ساتھ یہی سلوک

[1] فتح الباری ۹/۱۵

بالقرّاء بالمواطن فيذهب
كثير من القرآن، واني ارى
ان تامر بجمع القرآن قلت
لعمر: كيف نفعل شئيا لم
يفعله رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال عمر: هٰذا
والله خير. فلم يزل عمر
يراجعني حتى شرح الله صدري
لذالك، ورأيت في ذالك الذي
رأى عمر فقال زيد، قال ابوبكر
انّك رجل شابّ عاقل لانتّهمك
وقد كنت تكتب الوحي لرسول
الله صلى الله عليه وسلم، فتتبّع
القرآن فاجمعه: فوالله لو
كلّفوني نقل جبل من الجبال
ما كان أثقل علي ممّا امرني
به من جمع القرآن، قلت:
كيف تفعلون شيئًا لم يفعله
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال: هو والله خير، فلم يزل
ابوبكر يراجعني حتى شرح
الله صدري للذي شرح
له صدر ابي بكر وعمر رضي الله عنهما،
فتتبعت القرآن اجمعه من
العسب واللخاف وصدور

کیا تو بہت سا قرآن چلا جائے گا، لہٰذا میرا خیال
ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے
عمر سے کہا: ہم وہ کام کیسے کرسکتے ہیں جسے رسول اللہ
نے نہیں کیا۔ عمر نے کہا کہ "یہ تو اللہ کی قسم نیک کام
ہے"۔ عمر برابر مجھ سے بحث و مباحثہ کرتے رہے،
تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ
کھول دیا اور میں عمر کی رائے سے متفق ہوگیا۔ زیدؓ
کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: تم بلا شبہ
ایک نوجوان سمجھ دار شخص ہو اور ہمیں تم پر کوئی
شبہ نہیں ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے وحی لکھتے رہے ہو لہٰذا قرآن کو تلاش
کرکے جمع کردو۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر پہاڑوں
میں سے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ
منتقل کرنے کی ذمہ داری ڈالتے تو وہ زیادہ
بھاری نہ ہوتی جس قدر قرآن کو جمع کرنے کا ان
کا حکم بھاری تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ حضرات
وہ چیز کیسے کرسکتے ہیں جس کو رسول اللہ نے
نہیں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: "وہ تو اللہ کی
قسم کار خیر ہے"۔ حضرت ابوبکرؓ بھی مجھ سے برابر
بحث کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ اس
کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے حضرات
ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو شرح صدر ہوچکا تھا۔
لہٰذا میں نے قرآن کو تلاش کرنا شروع کردیا
اور کھجور کی چھال، نرم پتھر کی سلوں اور لوگوں
کے سینوں سے اس کو جمع کیا۔ میں نے سورۂ توبہ

الرجال حتی وجدتُ آخر	کی آخری آیت ابوخزیمہ انصاری کے پاس
سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری	پائی اوران کے علاوہ کسی دوسرے کے پاس
لم اجدھا مع احد غیرہ "لَقَدْ	وہ نہیں پاسکا یعنی لقد جاءکم رسول
جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ	من انفسکم عزیزعلیہ ما عنتّم
عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (التوبۃ: ۱۲۸)	سے سورۂ برارت کے خاتمہ تک۔ وہ صحف
حتی خاتمۃ براءۃ، فکانت الصحف	(صحیفے) حضرت ابوبکر کے پاس ان کی وفات
عند ابی بکرؓ حتی توفاہ اللہ ثم عند عمرؓ	تک رہے پھر حضرت عمر کے پاس تا زندگی رہے،
حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہما[1]	پھر حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔

یہ حدیث حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہی ان صحیفوں کے کاتب تھے جن میں مختلف چیزوں سے قرآنی آیات اور سورتیں جمع کر کے لکھی گئیں تھیں۔ حدیث میں لفظ 'صُحُف' استعمال کیا گیا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ عہدِ صدیقی میں قرآن مجید ایک مصحف میں بشکلِ کتاب مرتب نہیں ہوا تھا بلکہ مختلف صحیفوں (کتابچوں/اوراق) میں وہ لکھ لیا گیا تھا اور ان کو مختلف چیزوں سے جمع کیا گیا تھا۔ حدیث میں مذکورہ چیزوں کے علاوہ دوسری احادیث وروایات میں کاغذ کے ٹکڑوں، پسلی کی ہڈیوں، کجاوہ کی لکڑیوں، شانہ کی ہڈیوں، چمڑے کے نرم ٹکڑوں وغیرہ کا ذکر بھی آیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے صحف کی تشریح میں لکھا ہے کہ "مؤطا ابن وہب" میں ایک روایت امام مالکؒ نے امام ابن شہاب زہریؒ کے واسطے سے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اور اس کے مطابق "حضرت ابوبکر نے قرآن کو قراطیس (کاغذات) میں جمع کیا تھا.... (جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس) موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کے حوالے سے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اولین شخص تھے جنہوں نے قرآن کو صُحُف (صحیفوں) میں جمع کیا تھا اور عہدِ صدیقی میں ورق میں یعنی لکھائی میں جمع کر لیا گیا تھا: (.... حتی جمع علی عہد ابی بکر فی الورق فکان ابوبکر اول من جمع القرآن فی الصحف)

---

[1] کتاب فضائل القرآن، ۳۔ باب جمع القرآن؛ فتح الباری ۹/۱۴-۱۵

حافظ موصوف کے مطابق یہ صحیفے حضرت حفصہؓ کے پاس اس لیے تھے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کی وصیت کی تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے بعد خلیفۂ سوم کا انتخاب ہونا باقی تھا اس لیے خلیفۂ دوم نے بطورِ امانت ان کو ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رکھوا دیا تھا۔ بہر حال وہ سرکاری امانت تھی، نہ کہ ذاتی وراثت۔[1]

مختلف صحیفوں (صحف، قراطیس) میں قرآن مجید کے عہدِ صدیقی میں جمع کیے جانے کا ایک واضح مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے پورا قرآن مجید اپنے ہاتھ سے نہ لکھا ہو، کیونکہ متعدد صحابۂ کرام کے پاس ان کے اپنے لکھے ہوئے یا کتابت شدہ صحیفے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس موجود صحیفۂ قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ صحابی گرامی قدر کے مطابق ان کے صحیفے میں قرآن مجید کی ستر یا پچہتر سورتیں لکھی ہوئی تھیں جو انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وقراءت کی بنا پر تحریر فرمائی تھیں۔ ستر یا پچہتر سورتوں کی کتابت پر مشتمل صحیفۂ عبداللہ بن مسعود ہذلی کا ایک راز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے بقیہ سورتوں کی تعلیم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے صحابہ سے حاصل کی ہو اور تعلیماتِ نبوی سے تعلیماتِ غیر کو ملانا پسند نہ کیا ہو۔[2]

یہ بات تاریخی استدلال واستشہاد سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اگرچہ السابقون الاولون میں ہیں لیکن بہر حال وہ نزولِ قرآن کریم کے آغاز کے بعد اسلام لائے تھے۔ یعنی ان کے اسلام لانے سے قبل کئی سورتیں مثلاً سورۂ علق، سورۂ ضحیٰ، سورۂ مدثر وغیرہ نازل ہو چکی تھیں اور ان کی تعلیم ان کو صحابۂ کرام سے ملی تھی، براہِ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ اسی طرح وہ ہجرتِ حبشہ کے دوران مکہ مکرمہ سے غیر حاضر رہے اور اس دوران جو آیات اور سورتیں نازل ہوئیں ان کی قراءت وتعلیم زبانِ نبوی سے نہیں ہوئی۔ وہ مدینہ منورہ ہجرت کر کے گئے تھے اور پھر بعض غزوات واسفار میں بھی معیتِ نبوی سے مشرف نہیں رہے لہٰذا یہ یقینی ہے کہ بہت سی آیات اور سورتیں ان کو جناب نبوی سے براہِ راست

---

[1] فتح الباری: ۹/۲۱

[2] ابن حجر: ۹/۲۵ سمعت ابن مسعود يقول: لقد اخذت من فی رسول الله صلی الله عليه وسلم سبعين سورة..... وفی رواية: بضعا وسبعين سورة۔

نہیں ملی تھیں۔[1]

امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے "مصحف" کا ذکر کیا ہے جس سے انھوں نے ایک عراقی کو سورتوں کی آیات املا کرائی تھیں۔[2] حافظ ابن کثیرؒ کے اس خیال پر کہ عراقی کو مصحفِ عائشہؓ سے املا کرانے کا واقعہ مصاحفِ عثمانی کی تدوین سے قبل کا ہے، حافظ ابن حجر نے روایتی بنیادوں پر اتفاق نہیں کیا ہے، کیونکہ راوی یوسف بن ماہک نے مصاحفِ عثمانی کے ارسال کا زمانہ نہیں پایا تھا۔ دوسری وجوہ بھی ذکر ہیں۔ غالباً اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ عراقی قراءتِ ابن مسعودؓ کی عادت کی بنیاد پر قراءتِ مصاحفِ عثمانی سے متفق نہیں تھے، وجہ کچھ بھی ہو مصحف کا ذکر اس روایت میں پایا جاتا ہے اور دوسرے مصاحفِ صحابہ کی موجودگی بھی ایک تاریخی واقعہ ہے جیسے مصحف ابی بن کعب وغیرہ۔[3]

حافظ ابن حجرؒ نے "صحف" اور "مصحف" کے فرق سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحف وہ مجرّد (الگ الگ) اوراق ہیں جن میں قرآن مجید عہدِ صدیقی میں جمع کیا گیا تھا۔ تمام سورتیں بکھری ہوئی تھیں، ہر سورت اپنی آیات کے ساتھ علیحدہ مرتّب تھی اور وہ ایک ترتیب سے یکے بعد دیگرے مرتّب نہیں تھیں۔ جب ان کو لکھ لیا گیا اور بعض سورتوں کو بعض کے بعد مرتّب کر دیا گیا تو وہ مصحف کہا گیا۔[4] اس سے قبل ایک جگہ مزید وضاحت کی ہے کہ قرآن مجید (عہدِ نبوی میں) مختلف صحف میں لکھا ہوا تو تھا لیکن وہ منتشر صحیفوں میں تھا یا ان کے صحیفے الگ الگ تھے، ان کو حضرت ابوبکرؓ نے ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔[5]

---

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۷ء، ۳/ترجمہ صحابی؛ استیعاب، اسد الغابہ اور اصابہ میں ترجمہ صحابی

[2] کتاب فضائل القرآن ۶، باب تالیف القرآن: حدیث: ۴۹۹۳، فتح الباری ۹/۴۹، فاخرجت لہ المصحف، فاملت علیہ آی السور [3] فتح الباری، ۹/۵۰-۵۱

[4] فتح الباری: ۹/۲۴ والفرق بین الصحف والمصحف ان الصحف الأوراق المجردۃ التی جمع فیہا القرآن علی عہد ابی بکر وکانت سوراً مفرّقۃ کل سورۃ مرتّبۃ بآیاتہا علی حدۃ، لکن لم یرتب بعضہا إثر بعض فلما نسخت ورتّب بعضہا اثر بعض صارت مصحفا۔

[5] فتح الباری: ۹/۱۷ ... وکان القرآن مکتوبا فی الصحف، لکن کانت مفرّقۃ فجمعہا ابوبکر فی مکان واحد۔

ترتیب مصاحفِ عثمانی

چونکہ "صحفِ قرآنی" میں، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتب کیے گئے تھے، الگ الگ اوراق تھے لہٰذا ان میں سورتوں کی موجودہ ترتیب نہیں تھی، قاضی باقلانیؒ کا قول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے نقل کیا ہے کہ سورتوں کی ترتیب نہ تو تلاوت میں واجب ہے، نہ نماز میں اور نہ ہی درس و تعلیم میں، اس لیے مصاحف ایک دوسرے سے مختلف تھے[1] ابن بطال کا خیال ہے کہ ہم کسی کے قول سے واقف نہیں جس نے سورتوں کی ترتیب کو واجب قرار دیا ہو نماز کے اندر یا باہر۔ مثال کے طور پر یہ جائز ہے کہ سورۂ کہف کو سورۂ بقرہ سے پہلے اور سورۂ حج کو سورۂ کہف سے قبل پڑھا جائے، ائمہ سلف سے جو قرآن کو الٹا پڑھنے کی ممانعت آئی ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ سورت کی آخری آیت سے تلاوت شروع کر کے پہلی آیت تک تلاوت ہو یعنی ترتیب الٹ کر پڑھا جائے ہر سورت کی آیات کی ترکیب توقیفی اور اور واجب ہے اور ان کو آغاز سے خاتمہ تک اسی ترتیب سے پڑھنا ضروری ہے یعنی اس کی اندرونی ترتیبِ آیات کو بگاڑنا یا خراب کرنا حرام و ممنوع ہے۔ ایک سورت کے بعد دوسری سورت کی تلاوت و قرارت میں ترتیب ضروری نہیں، اسی بنا پر قاضی عیاضؒ نے حضرت حذیفہؓ کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ شب میں سورۂ آل عمران سے قبل سورۂ نساء پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کا مصحف جب مرتب ہوا تو اس میں سورتوں کی موجودہ ترتیب رکھی گئی تھی لہٰذا جمہور علماء کا قول ہے کہ سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیف پر مبنی ہے۔ مصحفِ حضرت ابی بن کعب میں سورۃ النساء، سورۃ آل عمران سے پہلے تھی، کیونکہ وہ قرارتِ نبوی پر مبنی تھی، لہٰذا علماء کے لیے حجت بن گئی۔ مصحفِ عثمانی میں تدوین یا ترتیبِ سور کی بنا پر صحابہ کے مصاحف سے اختلاف ہوا اور اسی بنا پر بعض صحابہ کرام نے اپنے مصاحف سے دستکشی پسند نہیں کی تھی۔ لیکن بعض روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ...وترتیب السور لیس بواجب فی التلاوۃ ولا فی الصلوٰۃ ولا فی الدرس ولا فی التعلیم فلذلک اختلفت المصاحف

کے عہد میں موجودہ ترتیب کے مطابق ہوچکی تھی اور وہ بھی اس صورت میں توقیفی ہوگی، اجتہادی نہیں۔[1]

اس بحث سے بعض حقائق ثابت ہوتے ہیں جن کو ترتیب وار نکات کی صورت میں لکھا جاتا ہے کیوں کہ ان ہی پر اگلی بحث کا مدار ہوگا۔

ا۔ عہدِ صدیقی میں مرتب کردہ قرآن مجید ایک کتاب یا مصحف کی صورت میں نہیں تھا،

---

[1] ملا علی قاریؒ نے اس موضوع پر بہت عمدہ بحث کی ہے۔ اسے ہم یہاں اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں: فرماتے ہیں کہ قرآن مجید، جتنا جس مقدار میں اور جس طریقہ سے موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو تواتر سے ثابت ہے۔ اس پر اہلِ علم وتحقیق کا اجماع ہے۔ اس میں جو شخص کمی بیشی کرے گا وہ کافر قرار پائے گا۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی ترتیب توقیفی یعنی من جانب اللہ ہے۔ اس کا (ایک) ثبوت یہ ہے کہ آپ پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ ہے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ... (البقرہ: ۲۸۱) آپؐ سے جبرئیلؑ نے کہا کہ اسے سورۂ بقرہ میں سود سے متعلق آیات اور آیتِ مداینہ (قرض کے احکام سے متعلق آیت) کے درمیان رکھا جائے۔ چنانچہ یہ اسی جگہ ہے۔ اسی لیے کسی سورت کی آیات کی ترتیب الٹ دینا حرام ہے۔ جہاں تک سورتوں کی ترتیب کا سوال ہے اس میں اختلاف ہے۔ اس لیے (حرمت کی بات تو نہیں کی جاسکتی البتہ یہ کہا جائے گا کہ) بغیر کسی عذر کے اس کی ترتیب بدل دینا مکروہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز (تہجد) میں سورۂ آل عمران سے پہلے سورۂ نساء پڑھی تھی۔ ممکن ہے آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا ہو۔ یہ بھول کر بھی ہوسکتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے، گوکہ صحابہ کرام کے مصاحف اپنی ترتیب کے لحاظ سے مختلف تھے۔ صحابۂ کرام میں سے بعض نے قرآن کو ترتیبِ نزول کے لحاظ سے مرتب کیا تھا، جیسے پہلے اقرا، پھر مدثر، اس کے بعد سورۂ نون، مزمل، تبت اور تکویر۔ اسی طرح جس ترتیب سے مکی اور مدنی سورتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عثمانؓ کے جمعِ قرآن کی بنیاد اس ترتیب پر تھی جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ وفات سے پہلے حضرت جبرئیل کو قرآن سنایا تھا اور حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو سنایا تھا۔ اس بات کی دلیل کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے، یہ ہے کہ 'حوامیم' (وہ سورتیں جو حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں) ایک ترتیب سے اور مسلسل ہیں۔ اسی طرح 'طواسین' (جو سورتیں طٰسٓ سے شروع ہوتی ہیں) مسلسل ہیں لیکن مسبحات (جو سورتیں سبّح اور یُسبّح سے شروع ہوتی ہیں) ان میں تسلسل نہیں ہے۔ درمیان میں دوسری سورتیں ہیں۔ اسی طرح مکی اور مدنی سورتیں الگ الگ نہیں بلکہ ملی جلی ہیں۔ یہ تمام امور اس بات کا ثبوت ہیں کہ سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے۔ (ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۴/۴۳۷۔ دار الفکر بیروت۔ (جلال الدین عمری)

مختلف اوراق میں جمع کیا گیا تھا۔

۲۔ صحفِ قرآنی میں ایک سورت یا سورتوں کی اندرونی آیات کی ترتیب پائی جاتی تھی اور وہ توقیفی تھی۔

۳۔ صحفِ قرآنی میں سورتوں کے درمیان موجودہ ترتیب نہیں تھی، کیونکہ وہ توقیفی نہیں، اجتہاد پر مبنی تھی؛ لہٰذا مصاحفِ صحابہ مختلف تھے۔

۴۔ مصحفِ عثمانی میں سورتوں کی موجودہ ترتیب قائم کی گئی جو بعض مصاحفِ صحابہ سے مختلف تھی۔ اصلاً وہ نبوی ترتیب ہے۔ حضرت عثمانؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ آخری معارضۂ قرآن کے مطابق ترتیب قائم کی تھی۔ وہ صحابہ کا اجماع ہے

۵۔ قرارت کے اختلاف کی صورت میں قریشی عربیت کو ترجیح دینے بلکہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

۶۔ مصحفِ عثمانی کی تدوین کے ذمہ داروں میں تین قریشی تھے اور ایک خزرجی مدنی، اختلاف خزرجی یا غیر قریشی کا ہوتا۔

۷۔ صحفِ صدیقی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خزرجی مدنی نے جمع کیے تھے۔

۸۔ ان صحف / اوراق میں بہت سے صحابہ کے لکھے ہوئے اوراق شامل تھے، ان میں مدنی / غیر قریشی بھی تھے اور قریشی بھی۔

۹۔ سفینوں کے علاوہ سینوں (صدور الرجال) سے جو آیات یا حصۂ قرآن جمع کیا گیا تھا وہ غالباً خزرجی مدنی کا لکھا ہوا تھا۔

۱۰۔ لازمی نہیں تھا کہ غیر قریشی اوراق میں قریشی قرارت سے اختلاف ہی کیا گیا ہو، وہ قریشی زبان میں بھی ہو سکتے تھے اور ہوتے تھے۔

۱۱۔ سورۂ فرقان کی قرارت میں دو قریشیوں، حضرت عمرؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ نے اختلاف کیا تھا اور دونوں نے قریشی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو افصح العرب تھے، الگ الگ قراتوں کے ساتھ پڑھا تھا۔ یہ سات حروف پر قرآن کی تنزیل تھی۔

صحابہ کی قرارت میں اختلاف

سورتوں کی باہمی ترتیب میں اختلافِ صحابہ کا معاملہ اتنا اہم نہیں تھا، کیوں کہ متعدد

مصاحفِ قرآنی میں ان کی ترتیب مختلف تھی تو متعدد میں متحد وہم آہنگ بھی۔ مثال کے طور پر حضرت ابی بن کعبؓ کے مصحف میں سورۂ نساء پہلے تھی اور سورۂ آلِ عمران بعد میں، تو ممکن ہے کہ مصحفِ ابن مسعود میں یا مصحفِ عائشہ میں یا اور کسی مصحف میں ان دونوں کی ترتیب برعکس ہو۔ بعض احادیثِ نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ کے بعد سورۂ آلِ عمران کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد سورۂ نساء کی۔ گویا ان تینوں سورتوں کی موجودہ ترتیب قائم رکھی۔ لہٰذا یہ قرینِ قیاس ہے کہ بعض مصاحفِ صحابہ میں یہی ترتیب تھی۔

اصل مسئلہ قراءتِ قرآن کے اختلاف کا تھا اور اس نے حضرت عثمانؓ کے زمانے تک خطرناک صورت اختیار کر لی تھی۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے فتح ارمینیہ اور آذربیجان کی جنگوں میں جو اختلافِ قراءت دیکھا تھا وہ تو بہت معمولی نوعیت کا تھا۔ اصل اختلافِ قراءت مختلف امصارِ اسلام میں پیدا ہوا جو مختلف صحابۂ کرام کی قراءتوں نے پیدا کیا تھا اور نہ صرف پیدا کیا تھا بلکہ اس نے اتنی شدت اختیار کر لی تھی کہ ایک قراءت کے پابند لوگ دوسری قراءت کے عامل لوگوں پر طعن و تشنیع کرتے۔ حضرت حذیفہؓ کی رپورٹ میں بعض اضافات کا ذکر حافظ ابن حجر نے کیا ہے۔ ان سے اختلافات کی نوعیت معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ اہلِ شام حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق پڑھتے تھے۔

۲۔ اہلِ عراق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مطابق قراءتِ قرآن کرتے تھے۔

۳۔ دونوں کی جب ملاقات ہوتی تو اہلِ شام کی عراق والوں کو اور اہلِ عراق کی قراءت شامیوں کو اجنبی لگتی۔

۴۔ لہٰذا وہ نہ صرف اختلاف کرتے بلکہ ایک دوسرے کی تردید اور تکفیر کرتے (فیکفر بعضهم بعضاً)

۵۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ولید بن عقبہ اموئیؓ کے زمانۂ امارت کے دوران مسجد کے ایک حلقہ میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ بھی تشریف فرما تھے۔ انھوں نے ایک شخص کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت کے مطابق پڑھتے ہوئے سنا، ایک دوسرے شخص کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی قراءت کے مطابق پڑھتے ہوئے سماعت کیا،

حضرت حذیفہؓ نے اس پر غصہ کا اظہار کیا اور لوگوں کو پیشروؤں کی طرح اختلاف کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی اور حضرت عثمانؓ کو اس سے باخبر کیا۔

۶۔ ایک اور روایت کے مطابق اختلافِ قرارت کی نوعیت یہ تھی کہ ایک شخص نے سورۂ بقرہ۔ ۱۹۶ کو پڑھا "وَاَتِمُّوا الحَجَّ وَالعُمْرَۃَ لِلّٰہِ" اور دوسرے نے اس کی تلاوت کی: "وَاَتِمُّوا الحَجَّ وَالعُمْرَۃَ لِلبَیْتِ" حضرت حذیفہؓ کو اس پر غصہ آیا کیوں کہ آیتِ کریمہ میں لفظ کا اختلاف پیدا کر دیا گیا تھا۔ اصل آیت میں "لِلّٰہِ" ہے مگر بطور تشریح "للبیت" کی قرارت کی گئی اور اسے قرآنی لفظ سمجھا گیا۔

۷۔ اہلِ عراق واہلِ شام کے اختلاف کا کیا ذکر، خود عراق کے دو بڑے شہروں بصرہ اور کوفہ میں اختلاف تھا۔ اہلِ کوفہ قرارتِ ابن مسعودؓ کہتے اور اہل بصرہ قرارت ابوموسیٰ اشعریؓ۔

۸۔امصار و دیارِ اسلام تو درکنار خود مدینہ منورہ مرکزِ قرآن میں اختلافِ قرارت پایا جاتا تھا۔ اس کا حضرت عثمانؓ کو عینی مشاہدہ ہوا۔ مختلف معلمین و اساتذۂ قرآنِ کریم اپنے اپنے شاگردوں کو اپنی پسندیدہ قرارت کے مطابق پڑھاتے تھے۔ بچے، طلبہ (غلمان) اپنے اساتذہ کی قرارت اختیار کر لیتے۔ پھر ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کی تردید کرتے۔ حضرت عثمانؓ کو صورتِ حال کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ میرے پاس تم لوگ اتنا اختلاف کرتے ہو، تو جو لوگ مجھ سے دُور امصار میں بس رہے ہیں وہ اور زیادہ اختلاف کریں گے۔ حضرت حذیفہؓ نے آکر اختلافِ امصار سے آگاہ کیا تو حضرت عثمانؓ کا گمان یقین میں بدل گیا۔

۹۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ نے اس مسئلہ میں صحابہ سے مشورہ کیا (فکلم عثمان فی ذالک)

۱۰۔ ان کے مشورہ و اجماع سے حضرت عثمانؓ نے فیصلہ کیا کہ صحفِ صدیقی کو جمع کر کے ان کی بنیاد پر معیاری مصحفِ قرآن مدوّن کیا جائے۔

۱۱۔ حضرت عثمانؓ نے بڑی دیدہ وری سے حضرت زید بن ثابت خزرجیؓ کو تدوینِ مصحفِ عثمانی کا نگرانِ اعلیٰ یا جامعِ اول مقرر کیا، کیوں کہ وہ صحفِ صدیقی کے جامع و مدوّن تھے اور اس سلسلے کے تمام معاملات و امور سے واقف تھے۔

۱۲۔ نسخ / لکھنے کے کام میں تین قریشی حضرات کو شامل کیا کہ وہ لسان قریش کے سب سے بڑے ماہرین بھی تھے اور نوجوان کاتبین تھے۔ کیوں کہ معیاری مصحفِ قرآن صرف قریشی زبان میں ہی ممکن تھا۔ غیر قریشی زبانوں کی کثرت کے سبب اتحاد ناممکن تھا۔

۱۳۔ ان چار مرتبین کرام کا انتخاب بھی مشورے، سوچ بچار اور پوری چھان بین کے بعد کیا گیا تھا۔ اصحاب رائے وعلم سے مشورہ سے معلوم ہوا کہ لوگوں میں سب سے عظیم کاتب (من اکتب الناس) کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح واعرب (افصح/اعرب) حضرت سعید بن العاص اموئؓ تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق قرآن کریم کی عربیت حضرت سعید بن العاص اموئؓ کی لسان پر قائم کی گئی کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کے سب سے زیادہ قریب اور مشابہ تھے۔

(لانّہ کان أشبہھم لہجۃً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴۔ حضرت عثمانؓ نے اس مشورے واجماع کے بعد فیصلہ فرمایا کہ حضرت سعید بن العاص اموئؓ املا کرائیں اور حضرت زید بن ثابت خزرجیؓ کتابت فرمائیں، ان دونوں نے کام کا آغاز کیا۔ حضرت عثمانؓ نے کام کی تعیین بھی کر دی تھی۔

۱۵۔ لیکن کتابت قرآن مجید کا کام کافی دقت طلب اور مشکل تھا لہٰذا دوسروں کی امداد واعانت کی ضرورت پڑی لہٰذا حضرت عثمانؓ کے حکم اور صحابہ کے مشورے اور اجماع سے حضرات عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ کا نام بڑھایا گیا۔

۱۶۔ روایات کے مطابق حضرت ابی بن کعبؓ خزرجی کو بھی املا کے کام میں شامل کیا گیا اور بعض دوسرے صحابہ کا اضافہ بھی ممکن ہے کیوں کہ مصاحف کی تعداد کے مطابق ان کی تعداد ہونی ضروری تھی۔ بلکہ ایک ہی مصحف کی کتابت کے لیے کئی کاتبوں کی ضرورت تھی، خواہ املا کرانے والے دو ہی حضرات ہوں۔ املا، یا کتابت میں حضرت ابی بن کعب خزرجی مدنیؓ کی شمولیت بھی معنی خیز ہے۔ وہ غیر قریشی ہونے کے باوجود حضرت زید کی مانند کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کاتب وحی تھے اور ان کا انتخاب اس بنا پر ہوا تھا۔

۱۷۔ بعض صحابہ کو بعض روایات کے مطابق املا وکتابت قرآن مجید کا کام شامل نہ کیے جانے پر شدید قلق ہوا ان میں سب سے اہم گرامی شخصیت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تھی۔ ان کو حضرت زید بن ثابتؓ جیسے نوجوان کے ترجیح دئے جاتے پر شکوہ تھا۔ کیونکہ وہ مرد بزرگ اور معلم قرآن کبیر تھے لیکن وہ ہذلی تھے اگرچہ مدتوں سے مکہ ومدینہ کے باشندہ تھے۔ قبیلۂ ہذیل کا لہجہ وقرات اور تلفظ مختلف تھا اور بعض روایات سے معلوم

ہوتا ہے کہ بدلی حضرات اپنے تلفظ پر قابو نہیں پا سکتے تھے۔

۱۸۔ حضرت عثمانؓ اور بعض افاضلِ صحابہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اعتراضات ناپسند ہوئے اور بجا طور سے ناپسندیدہ ٹھہرے کیونکہ اول تو حضرت ابن مسعودؓ کوفہ میں تھے اور تدوینِ مصاحف کا کام مدینہ میں ہوا۔ مگر اس سے بڑی وجہ یہ تھی کہ صحفِ صدیقی کے کاتب بھی تو حضرت زید بن ثابت خزرجیؓ ہی رہے تھے جو عہدِ صدیقی میں تو اور بھی نوجوان تھے۔ ان کی وجہِ انتخاب ان کا کاتبِ نبوی ہونا تھا۔

۱۹۔ مصاحفِ عثمانی کی تدوین کی مدت کے بارے میں ابھی تک ہماری معلومات ناقص ہیں۔ لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ یہ کام دینی اور دنیاوی تمام معاملاتِ امت کی بنیاد بلکہ منبعِ حیات تھا۔ لہٰذا وہ جلد از جلد مکمل کر لیا گیا تھا۔ فتحِ ارمینہ اور آذربیجان کا زمانہ خلافتِ عثمانی کے اولین دو برسوں کا ہے لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خلافتِ عثمانی کے تیسرے سال (۲۵ھ / ۶۴۶ء) میں یا اس کے معًا بعد پورا ہو گیا تھا۔

۲۰۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ قائم و دائم ہے کہ خلیفۂ وقت امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان اور ان کے دوسرے اصحابِ شوریٰ اور اربابِ علم و تقویٰ نے ان مصاحفِ عثمانی کا غائر مطالعہ کیا ہوگا۔ ان کے اتفاق و تصدیق کے بغیر استناد کی مہر نہیں لگائی جا سکتی تھی۔ روایات میں واضح طور سے ذکر آتا ہے کہ صحابہ کرام کے اجماع سے یہ کام ہوا۔ لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی نظر سے تمام مصاحف گزرے۔

۲۱۔ مصاحفِ عثمانی کی تعداد میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس کی طرف اشارہ کر کے تشنہ چھوڑ دیا ہے، جیسے مولانا سعید احمد اکبر آبادی: "مصحفِ عثمانی کے نسخوں کی تعداد میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک چار، بعض کے ہاں پانچ تھے۔ لیکن ابو حاتم نے سات نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ جو علی الترتیب مکہ، بحرین، یمن، شام، کوفہ، بصرہ بھیجے گئے اور ایک نسخہ مدینہ میں روک لیا گیا"[1] لیکن ثقہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ مصاحفِ عثمانی کی تعداد سات تھی۔ چھ ولایاتِ کبیرہ (Divisions of The Khilafat) میں ایک ایک مصحف ارسال کیا گیا تھا اور ساتواں مصحف پایۂ تختِ

---

[1] عثمان ذوالنورین۔ ۳۱۰، حاشیہ ۱

خلافت۔ مدینہ منورہ میں ریاست کی ملکیت میں بطور مصحف امام محفوظ رکھا گیا تھا۔

۲۲۔ طحان جیسے بعض اہلِ علم نے کتاب المصاحف کی بنیاد پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مختلف مصاحف مختلف قرأت رکھتے تھے: ”مختلف قرأتیں ایک رسم الخط کے تحت نہ آسکیں تو بعض مصاحف میں ایک قرأت لکھی گئی اور بعض دیگر مصاحف میں دوسری قرأت مثلاً سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۰ مصحف مکی میں تجری من تحتہا الانہار (مِن کے ساتھ) اور مصحف کوفی میں جو آج کل متداول ہے۔ تجری تحتہا الانہار (بغیر من) کے الفاظ کے ساتھ لکھی گئی“[۱]

۲۳۔ یہ تجزیہ یا رائے بدیہی طور سے غلط ہے کیوں کہ اس سے تو وحدتِ قرآن کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مصاحفِ عثمانی ایک جیسے رسم الخط میں یکساں لکھے گئے تھے اور رسم الخط وہی تھا جو صحفِ صدیقی کا تھا اور جو عہدِ نبوی میں مستعمل تھا۔ تمام مصاحفِ عثمانی کو معیاری مستند اور قابلِ اعتماد بنانے کے لیے ضروری تھا کہ وہ یکساں ہوں۔ ●●●

---

[۱] مذکورہ بالا ص۱۰۳-۱۰۴ بحوالہ کتاب المصاحف ۷۴

اعلانِ ملکیت سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی۔ فارم ۴ رول ۹

۱- مقام اشاعت: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔

۲- نوعیت اشاعت: سہ ماہی

۳- پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴- قومیت: ہندوستانی

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔ یوپی

۵- ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔ یوپی

۶- ملکیت: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔ یوپی

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

(۱) مولانا سید جلال الدین عمری (صدر)
دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی ۲۵

(۲) مولانا محمد فاروق خاں (رکن)
بازار چتلی قبر، دہلی۔ ۶

(۳) ڈاکٹر محمد رفعت (رکن) شعبۂ فزکس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

(۴) مولانا مطیع اللہ کوثر یزدانی (رکن)
دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

(۵) ٹی کے عبداللہ (رکن) مالاتھن کنڈی ہاؤس، بلیری، کالی کٹ

(۶) ڈاکٹر حمید اللہ (رکن) مزمل منزل کمپلکس، علی گڑھ۔ یوپی

(۷) ڈاکٹر احمد سجاد (رکن)
طارق منزل، بریاتو ہاؤسنگ کالونی، رانچی

(۸) ڈاکٹر عبدالحق انصاری (رکن) الریحان، مزمل منزل علی گڑھ، یوپی

(۹) محمد جعفر (رکن) ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

(۱۰) سید سعادت اللہ حسینی، اسلامک فاؤنڈیشن ٹرسٹ، چنئی

(۱۱) ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی (سکریٹری) فریدی ہاؤس، سرسید نگر، علی گڑھ یوپی

مندرجہ معلومات میری علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر: سید جلال الدین عمری